خواتین کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کا آن لائن میگزین

# PAYAM-E-HAYA

ای میگزین

# پیامِ حیاء

شمارہ نمبر
43

ربیع الثانی 1446ھ
OCTOBER 2024

PAYAM-E-HAYA

## زندگی کو بامقصد کیسے بنائیں؟

## اسلام میں جہیز کا کوئی تصور نہیں

## مضامین


| مضامین | صفحہ نمبر |
|---|---|
| قرآن وحدیث | 3 |
| مناجات | 4 |
| حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب) | 5 |
| نرمی کا معاملہ کرنے پر جہنم کی آگ حرام (مولانا فضل رحیم صاحب) | 7 |
| زندگی کو بامقصد بنائیں (فاطمہ سعید الرحمن) | 8 |
| اصلاح معاشرہ (ابو محمد) | 10 |
| سیرت النبی ﷺ (زوجہ محمد اقبال) | 12 |
| یارسول ﷺ آپ مداخلت کیوں نہیں کرتے (منقول شدہ) | 13 |
| تخیل (نیّر تاباں) | 15 |
| صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنھم کی زندگی کے روشن پہلو (عذرا خالد) | 17 |
| اسیر مغرب (بنت محمد دین) | 19 |
| میری ذات ذرہ بے نشان (ساجدہ بتول) | 21 |
| اصرار (ام محمد عبداللہ) | 24 |
| خزاں کی سرگوشیاں (حنا نور) | 26 |
| اسلام میں جہیز کا تصور (ریاض احمد صدیقی) | 27 |
| ہوم گارڈنگ | 29 |
| پکوان (عائشہ نعیم) | 30 |



## پیام حیاء ٹیم

مدیر اعلی: مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب
نائب مدیر: مفتی عبد الرحمن سعید
ایڈمن وایڈیٹر: فاطمہ سعید الرحمن
معاونات: سیما رضوان۔ عمارہ فہیم
ناجیہ شعیب احمد۔ عذرا خالد

Published at
www.Darsequran.com

# القرآن

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو۔ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔

(سورۃ النساء: ۳۶)

# الحدیث

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: لوگوں میں سے حسنِ معاشرت (خدمت اور حسن سلوک) کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں۔" اس نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: " پھر تمہاری ماں۔" اس نے پوچھا: اس کے بعد کون؟ فرمایا: " پھر تمہاری ماں۔" اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: " پھر تمہارا والد۔"

(صحیح مسلم، حدیث ۶۵۰۰)

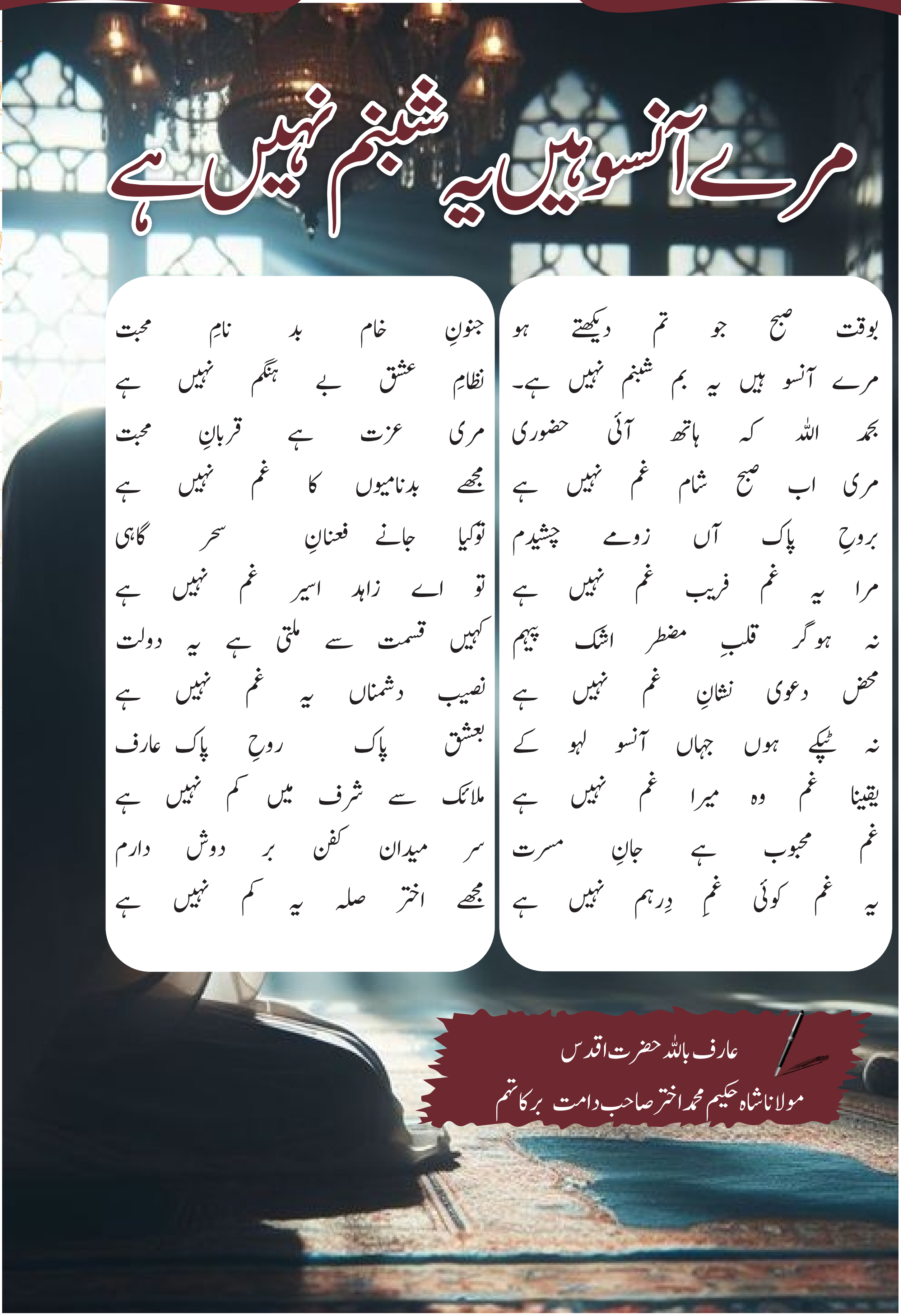

# مرے آنسو ہیں یہ شبنم نہیں ہے

بوقت صبح جو تم دیکھتے ہو
مرے آنسو ہیں یہ بم شبنم نہیں ہے۔
بحمد اللہ کہ ہاتھ آئی حضوری
مری اب صبح شام غم نہیں ہے
بروحِ پاک آں زوے چشیدم
مرا یہ غم فریب غم نہیں ہے
نہ ہو گر قلبِ مضطر اشک پیہم
محض دعوی نشانِ غم نہیں ہے
نہ ٹپکے ہوں جہاں آنسو لہو کے
یقیناً غم وہ میرا غم نہیں ہے
غم محبوب ہے جانِ مسرت
یہ غم کوئی غمِ دِرہم نہیں ہے

جنونِ خام بد نامِ محبت
نظامِ عشق بے ہنگم نہیں ہے
مری عزت ہے قربانِ محبت
مجھے بدنامیوں کا غم نہیں ہے
تو کیا جانے فغانِ سحر گاہی
تو اے زاہد اسیر غم نہیں ہے
کہیں قسمت سے ملتی ہے یہ دولت
نصیب دشمناں یہ غم نہیں ہے
بعشق پاک روحِ پاک عارف
ملائک سے شرف میں کم نہیں ہے
سر میدان کفن بر دوش دارم
مجھے اختر صلہ یہ کم نہیں ہے

عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کا نام ام رومان بنت عامر تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد عثمان بن مظعون کی اہلیہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کی وساطت سے حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رشتے کی بات چلی اور دونوں سے نکاح فرمایا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا حکم اللہ کی طرف سے ملا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے بعد ام المومنین سے فرمایا:

" تم مجھے تین رات تک خواب میں دکھائی جاتی رہیں، ایک فرشتہ سفید ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر لاتا تھا اور کہتا تھا: یہ آپ کی اہلیہ ہیں۔"

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے تین برس قبل ہوا اور رخصتی غزوہ بدر کے فوراً بعد شوال ۲ھ میں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی کنیت آپ کے بھانجے عبد اللہ بن زبیر کے نام پر ام عبد اللہ تجویز فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے نو سالوں میں اس قدر فیض حاصل کیا کہ علم وفقاہت کا پیکر بن گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے: عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام خواتین پر ایسی ہے جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر۔"

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوتے تو انہیں سلام عرض کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے:

"یا عائش ھذا جبرئیل یقرء علیک السلام" "اے عائشہ یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں: "وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ" (ان پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔)

ام المومنین رضی اللہ عنہا پورے عالم اسلام کی ماں اور علمی وروحانی سرپرست تھیں۔ پوری امت مسلمہ میں آپ سے بڑھ کر عالمہ فاضلہ خاتون کوئی نہ تھی۔ ریاضی اور علم میراث میں کمال حاصل ملکہ حاصل تھا۔

عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے فقہ، طب اور شعر میں ام المومنین سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ نے تفسیر وحدیث کی تعلیم براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی تھی۔ شعر اور نسب کا علم اپنے والد بزرگوار سے سیکھا تھا۔ آپ سے کم وبیش اڑھائی ہزار احادیث منقول ہیں۔

آپ بہترین طبیبہ بھی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کے بیرونی مہمانوں میں سے جو کوئی بیمار ہوتا، حضور ﷺ کو اس کے علاج

کے فکر ہوتی۔ام المومنین کاحافظہ بہت تیز تھا۔اس بیماری وردوا کی معلومات لے کر فورا یاد کر تیں۔اسطرح آپ حاذق طبیب بن گئیں۔ زہد و سخاوت میں آپ اپنی مثال آپ تھیں۔ ہزاروں دراہم ودینار صبح آتے اور شام تک غریبوں مسکینوں میں تقسیم ہو جاتے۔ایک بار کہیں سے ایک لاکھ دراہم کا ہدیہ آیا،شام تک سب صدقہ کردیے،خود روزے سے تھیں،مگر خیال تک نہ آیا کسی خاتون نے کہا:"شام کو افطار کے لیے ایک درہم ہی بچا لیا ہوتا،گوشت سے افطار کر لیتیں۔ فرمایا"ہمیں اس وقت یاد دلاتی تو بات تھی۔

58میں ام المومنین بیمار ہوئیں اور 17رمضان کی شب دنیائے فانی سے رحلت فرما گئیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کے بعد نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کئی ایسی خصوصیات ہیں جو کسی اور صحابیہ کو حاصل نہیں مثلاً:

وہ رسول اللہ ﷺ کی سب سے چہیتی بیوی اور سب سے محبوب رفیق کی صاحبزادی ہیں۔ حضور ﷺ اسکا برملا اظہار فرماتے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے ؟تو فرمایا:عائشہ" انہوں نے پوچھا:"اور مردوں میں؟فرمایا اس کے والد۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔

وفات کے وقت حضور ﷺ کا سر مبارک آپ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں تھا۔

حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی میں نبی ﷺ کو دفن کیا گیا۔ نبی ﷺ پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جب کہ آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تھے۔ باقی ازواج کو یہ اعزاز حاصل نہیں تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے بارے میں آیات قرآنی نازل ہوئیں جن کی تلاوت تا قیامت کی جاتی رہے گی۔ سلف صالحین کا کہنا ہے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور کوئی فضیلت نہ بھی ہوتی جب بھی واقعہ افک میں جس طرح قرآن حکیم نے ان کی برات بیان فرمائی وہ ان کی فضیلت اور علو مرتبہ کی ناقابل تردید دلیل ہے۔

ایک سفر میں آپ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوا تو اس کی تلاش کے دوران صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔وہاں پانی نہیں تھا،اللہ نے وحی بھیج کر تیمم کا طریقہ بتا دیا۔امت کے لیے تیمم کی آسانی ام المؤمنین کی تا قیامت باقی رہنے والی برکت ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا ان چھ،سات صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے بکثرت احادیث منقول ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار چار سو تین(2403)ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے علمی کمالات تمام صحابیات اور بیشتر صحابہ سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افقہ الناس اور احسن الرائی خاتون تھیں۔

رضی اللہ تعالی عنھا وارضاھا

(بحوالہ:تاریخ امت مسلمہ اختصار یسیر)

# نرمی کا معاملہ کرنے پر جہنم کی آگ حرام

مرتب کردہ: ام عمر

مولانا فضل الرحیم اشرفی صاحب کا درس قرآن ڈاٹ کام پر ریکارڈ کردہ بیان

حضرات محترم میرے بھائی بہنوں بیٹیوں میں عفوو در گزر پر فضائل بیان کر رہا ہوں۔ مختصر سی روایت ہے جناب حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم در گزر کرو تم سے بھی در گزر کی جائے گی۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ لوگوں کے ساتھ عفوو در گزر اور سہولت کا معاملہ کرو تو اللہ تعالی بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرے گا اسلام رواداری عفو در گزر رحمدلی سانی اور انسانیت کا درس دیتا ہے اسلام کی بنیاد عفوو در گزر عدل وانصاف اور بلند ترین اخلاق پر قائم ہے عفوو در گزر کے بارے میں اللہ جل شانہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو عفوو در گزر کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے ادمی کے بارے میں نہ بتاؤں جس پر جہنم کی اگ حرام ہے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا کیوں نہیں ہے اللہ کے رسول۔

اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ہر وہ شخص جو نرمی اور اسانی والا معاملہ کرے اس پر جہنم کی اگ حرام ہے سچا مومن لوگوں سے پیار کرتا ہے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں وہ لوگوں سے الفت کرتا ہے اور دوسرا ادمی جو ہر معاملے کے اندر سخت روی ہے شدت پسند ہے سنگ دل ہے اور لوگوں سے نرمی بھی نہیں کرتا ہے یہ لوگ جہنم کے راستے پر چلتے ہیں بخاری ور مسلم کی روایت میں ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا:

پہلے والے لوگوں میں ایک شخص کے بعد موت کا فرشتہ ایا کہ اس کی روح قبض کرے فرشتے نے اس شخص سے پوچھا کیا تو نے کبھی کوئی نیکی کا کام کیا ہے اس نے شخص نے کہا مجھے معلوم نہیں فرشتے نے کہا پھر غور کر وہ کہنے لگا اور تو معلوم نہیں سوائے اس کے کہ میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تو ان سے در گزر سے کام لیتا تھا تنگدست کو معاف کر دیا کرتا تھا فرشتے نے کہا اللہ نے تجھے اس وجہ سے جنت میں داخل کر دیا ہے یا اللہ ہمیں عفوو در گزر نے کی کی توفیق عطا فرما۔

## رحم کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

[صحیح البخاری: 6013]

# زندگی کو بامقصد کیسے بنائیں؟

فاطمہ سعید الرحمن

دنیا میں ہر چیز کا اپنا ایک مقصد ہوتا ہے، جس کے تحت وہ چیز چلتی ہے۔اسی کو مقصد کا نام دیا جاتا ہے۔بے مقصد کوئی چیز نہیں بنائی جاتی۔

## مقصد زندگی کے بارے میں مختلف آرا

جب یہ بات یقینی ہوگئی کہ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟اس سوال کے جواب میں کئی مقاصد بیان کئے جاتے ہیں۔مثلاایک مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ زندگی کا مقصد خود زندگی کی نعمت کا تحفظ کرنا اور اسے صحت و تندرستی کے ساتھ برقرار رکھنا ہے۔ایک اور مقصد یہ بتایا جاتا ہے کہ ضروریات زندگی کو حاصل کرنے کی تگ و دو اور کوشش کرنا ہی زندگی کا مقصد ہے۔ بعض کے مطابق مخلوق کی خدمت کر کے روحانی سکون کرنا، محبت و شکر گزاری اور احسان مندی کے ذریعے اپنی زندگی میں خوشی پیدا کرنا۔اپنی زندگی سے عمدہ وراثت چھوڑ کر جانا۔اپنی زندگی سے معاشرے میں کچھ نہ کچھ مثبت تبدیلی پیدا کرنا۔ تعلیم حاصل کرنا۔ بزنس و ملازمت میں خوب ترقی کرنا۔ خوب صورت تعلقات استوار کرنا اور پھر ان تعلقات کو برقرار رکھنا۔ معاشی استحکام حاصل کرنا اور اچھا معاشرتی مقام و اسٹیٹس حاصل کرنے کی کوشش کرنا وغیرہ۔یہ سب زندگی کے ذیلی مقاصد میں شمار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم نے مقصد تخلیق کے طور پر بیان کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے سورۃ الذاریات میں فرمایا:’’میں نے انسان اور جنات کو محض اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے(الذاریات: 56)‘‘۔

چونکہ انسان اور جنات ذی شعور مخلوق ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد خود خالق نے اپنی بندگی کو قرار دیا۔ لہذا زندگی کے تمام دیگر مقاصد ذیلی اور جزوی مقاصد قرار پائیں گے جبکہ اللہ تعالی کی بندگی حتمی اور سپریم مقصد قرار پائے گی۔زندگی کے ذیلی و عارضی اور حتمی مقاصد میں فرق کو سمجھنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ ان دونوں میں باہمی تعلق کو سمجھا جائے۔ جب تک ان دونوں میں واضح فرق کو نہ سمجھا جائے، انسان کنفیوژن کا شکار ہو سکتا ہے۔اور بہت ممکن ہے کہ وہ کسی ذیلی اور عارضی مقصد کو حتمی مقصد سمجھ بیٹھے۔ جس سے زندگی غلط سمت پر گامزن ہو سکتی ہے۔جزوی اور حتمی دونوں مقاصد میں فرق کو واضح طور پر سمجھنے کے بعد ان مقاصد کا آپس میں باہمی تعلق اور ان میں ترتیب کو سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے۔

## دور حاضر اور زندگی میں مقصدیت کی پہچان

اور یہی صورت حال آج کے معاشرے کو درپیش ہے۔کہ سب کے پاس زندگی کے الگ الگ مقاصد ہیں۔اور

ہر کوئی اپنے تناظر میں طے پانے والے مقصد کو ہی حتمی مقصد سمجھتا ہے۔ جس سے زندگی کی سمت ہی الگ ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص ذیلی اور حتمی مقاصد کو الگ الگ طور پر پہچان بھی لیتا ہے۔ لیکن ان کو ایک ساتھ رکھ کر ترتیب قائم نہ کر پانے کی وجہ سے وہ بھی غلطی کا شکار ہو جاتا ہے۔

## قرآن کریم اور زندگی میں مقصدیت

قرآن کریم نے ان چیزوں کو زندگی کی ضروریات میں شمار کر کے زندگی کا حتمی اور اعلیٰ مقصد اللہ کی بندگی اور عبدیت کو قرار دیا۔ تاہم ان چیزوں کو اگر مقصد کا درجہ دیا بھی جائے۔ پھر بھی یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ زندگی کے ذیلی، عارضی اور جزوی مقاصد ہو سکتے ہیں۔ حتمی مقصد بہر حال ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ کی بندگی۔

اب بحیثیت مسلمان اور بندہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ کی طرف سے متعین کردہ مقصد حیات کو اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد قرار دے کر اپنی زندگی کے تمام ذیلی مقاصد، ضروریات یا دیگر سرگرمیوں کو اس سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں۔ یعنی ہماری زندگی کا ہر کام مقصد حیات کی تکمیل کا ذریعہ بنے نہ کہ اس سے دور ہونے کا ذریعہ ہو۔

## زندگی میں مقصدیت کو پہچاننے کے دو فوائد

مقصد تخلیق کو سامنے رکھ کر زندگی گزارنے کے دو فوائد بہت اہم ہیں۔ پہلا فائدہ یہ ہے کہ بامقصد اور بامعنی زندگی گزارنے والا انسان ہر دم اپنے دل و دماغ، جسم و روح اور ظاہر و باطن کو سنوارتے ہوئے اس طرح فعال بناتا ہے۔ کہ وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو درست سمت میں استعمال کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ شاندار نکلتا ہے۔

اور دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے کو نقصان پہنچانے والی تمام جبلی برائیاں مثلاً تعصب، حسد، مفاد پرستی، گناہ، بداخلاقی، حرام خوری غرض اس نوعیت کی تمام برائیاں اس کے اندر سے خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ یوں بامقصد زندگی گزارنے والا انسان خود جنت کی شاہراہ پر محو سفر ہوتے ہوئے مخلوق خدا کے لئے بھی رحمت اور آسائیشوں کا باعث بنتا ہے۔ تاہم بامقصد زندگی گزارنے کے لئے انسان کے پاس احساس بندگی کے علاوہ درست وژن اور درست سمت کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس کے پاس ایسی دوربین کا ہونا ضروری ہے۔ جس سے وہ زمانہ حال میں کھڑے ہو کر اپنے مستقبل کی درست اور روشن تصویر کو دیکھ سکے۔

# اصلاح معاشرہ

ابو محمد

''اصلاحِ معاشرہ'' ایک خوبصورت عنوان اور دو لفظوں کی حسین و دلکش تعبیر ہے، اس لفظ کے سننے، بولنے اور پڑھنے والے کے ذہن و دماغ کے دریچوں میں معاشرے کی وہ تمام برائیاں گردش کرنے لگتی ہیں، جنھوں نے مسلم معاشرے کو گندہ اور زہر آلود کر دیا ہے، آج یہ لفظ نہ جانے کتنے حلقوں میں بار بار پڑھا، لکھا، بولا اور سنا جاتا ہے اور بار بار اس کا استعمال ہوتا ہے، بے شمار جماعتیں اصلاحِ معاشرہ کے مقصد سے قائم ہیں، ان گنت ادارے و انجمن موجود ہیں، نہ جانے کتنی کانفرنس اور اجلاس کا انعقاد اسی مقصد سے ہوتا ہے، لیکن اتنے حلقوں و گروہوں کی ہمہ جہت کوششوں کے باوجود نتیجہ اس کہاوت سے زیادہ نہیں کہ ''یہ تیلی کے بیلوں سے کچھ کم نہیں ہیں، جہاں سے چلے تھے وہیں کے وہیں ہے''

معاشرہ آج بھی انھیں بگاڑ و فساد کے ساتھ سانس لے رہا ہے۔ چل چل کے پھٹ چکے ہیں قدم اس کے باوجود اب تک وہیں کھڑا ہوں جہاں سے چلا تھا میں۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آخر یہ ساری محنتیں بے کار کیوں ہیں، ساری کوششیں اکارت کیوں ہوتی ہیں، اصلاح معاشرہ کی کوئی تدبیر کامیاب کیوں نہیں ہو رہی ہے، معاشرہ بجائے اصلاح کے بگاڑ و فساد کی طرف مزید کیوں بڑھ رہا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر اس وعدہ کا اعلان نہیں فرمایا: کہ جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کریں گے ہم انھیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے۔ دوسری جگہ یہ وعدہ مذکور ہے: ''اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے قدموں کو استقامت بخش دیں گے''

ظاہر ہے کہ نہ تو خدا کا فرمان غلط ہو سکتا ہے نہ ہی خدا کا کلام جھوٹ ہو سکتا ہے، نہ رب ذوالجلال سے وعدہ خلافی کا صدور ممکن ہے، لیل و نہار میں تبدیلی ہو سکتی ہے، سورج کا بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہونا ممکن ہو سکتا ہے، زمین و آسمان کا اپنی جگہ سے ٹلنے کا یقین کیا جا سکتا ہے، مگر رب کریم سے وعدہ خلافی کا صدور ناممکن ہے، خدائے بزرگ و برتر کے کلام میں شک و ریب نہیں کیا جا سکتا۔

اگر سینے میں دل ہے اور تڑپ اسلام کی دل میں
اتر سکتا ہے ابرِ رحمتِ پروردگار اب بھی

اگر ہم غور و فکر کے دریچے کو کھولیں اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور تحقیق کے دائرے کو ذرا وسیع کریں تو ہمیں اتنا تو ضرور معلوم ہو جائے گا کہ ''اصلاح معاشرہ'' کے خوب صورت عنوان پر کی جانے والی ساری کوششوں کے درپردہ اتنے اغراض پوشیدہ ہیں اور یہ جد و جہد اتنے عیوب و نقائص سے بھری اور اصلاح

کے حقیقی اصول وضوابط اور اصلاح کے لوازمات سے اتنی خالی ہیں کہ صحیح معنی میں اس کو "اصلاح معاشرہ" کا نام دینا یا "اصلاح کی کوشش" کہنا ہی درست نہیں ہے، مثال کے طور پر اس کی سب سے بڑی خامی اور خرابی یہ ہے کہ ہر جگہ دوسروں کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے اور دوسروں سے اصلاح کا آغاز کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اصلاح کے لیے ہماری ہر تقریر و تحریر، ہماری ہر نصیحت اور ہمارا ہر اجلاس دوسروں کے لیے ہوتا ہے، ہر وقت ہماری یہ خواہش ہوتی ہے کہ معاشرے سے تمام برائیوں کا خاتمہ دوسرے کی ذات اور دوسروں کے گھر سے شروع ہو، معاشرے کے تمام رسوم وبدعات کے خاتمہ کا آغاز دوسرا کرے اور ہر طرح کی تبدیلی کی ابتداء دوسرا کرے یہ خیال وگمان شاید ہی کسی شخص کو آتا ہو کہ رسومات کے خاتمے کا مطالبہ خود ہماری ذات سے بھی ہے، برائیوں کے خاتمے میں ہماری بھی کوئی ذمہ داری ہے، زندگی میں تبدیلی لانے کا فریضہ ہمارے اوپر بھی عائد ہوتا ہے اور شاذ ونادر ہی کوئی شخص یہ سوچتا ہو کہ ہمیں خود بھی اپنے اخلاق وکردار بے داغ بنانا چاہیے، جب تک ہم کو یہ فکر دامن گیر نہیں ہوتی اور ہماری سوچ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی ہے اور خود ہمارے اندر اخلاق وکردار کے بنانے اور سنوارنے کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کا احساس پیدا نہیں ہوتا، اس وقت تک ہمارے معاشرے میں اصلاحِ معاشرہ کا کام آسان نہیں ہو سکتا اور نہ ہمارا معاشرہ اصلاح کی طرف گامزن ہو سکتا اور نہ ہی ہماری زبان و قلم اور وعظ و تقریر کے اندر تاثیر پیدا ہو گی؛ کیونکہ

آدمی صاحبِ کردار اگر ہوتا ہے
اس کی آواز میں، باتوں میں اثر ہوتا ہے

انبیاء کرام، صحابہ وتابعین اور اولیاء عظام کا اصلاح کے سلسلے کا طرزِ عمل ہمارے طریقہ کار سے بالکل علیحدہ تھا، ان کی ہر اصلاح کا آغاز اپنی ذات سے ہوتا تھا، اپنے اہل وعیال سے ہوتا تھا، اپنے گھر خاندان کی فکر ان کو دامن گیر ہوتی تھی، وہاں اعمال وکردار کے ذریعہ دعوت کا کام ہوتا تھا، زبانی وعظ ونصیحت کا دوسرا درجہ تھا۔

اگر ہمارے معاشرے میں اصلاح کا یہی طرز اپنایا جائے، ہمارے واعظین ومقررین مصلحین و قائدین (چاہے وہ حکومتی سطح کے ہوں یا عوامی سطح کے) جو ہمارے معاشرے اور معاشرے کے افراد کے لیے نمونہ ہیں وہ اس ڈگر کو اپنالیں اور ہمارا نوجوان طبقہ جو معاشرے کا اہم عنصر اور معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے، وہ اس میدان میں آگے آئے اور اصلاح کے ہر کام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہمہ تن متوجہ ہو جائے اور اپنی ذات سے اصلاح کا آغاز کرنے لگے اور ہر اصلاح کو قبول کرنے لگے، تو جلد ہی ان شاءاللہ ہمارے معاشرے کی کایا پلٹ جائے گی، ہمارا معاشرہ واقعی چین وسکون کا گہوارہ بن جائے گا اور حقیقی اسلامی معاشرہ کہلانے کا مصداق ہو جائے گا اور معاشرے میں صالح انقلاب آئے گا جو قرنِ اوّل کی یاد تازہ کر دے گا۔

# سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قسط نمبر: 5

زوجہ محمد اقبال

آج جس جگہ مقام ابراھیم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ سیلاب آیا اور وہ مقام ابراھیم کو بہا کر دور لے گیا صحابہ کرام اکھٹے ہو مشورہ کیا کہ کیا ہم مقام ابراھیم کو وہاں لے جائیں جہاں تھا یا پھر یہیں رہنے دیں، مقام ابراھیم کو کعبہ کے قریب کرنے سے طواف کرنے والوں کو پریشانی ہوتی تھی کیونکہ وہ کعبہ کی دیوار سے کم فاصلہ پر تھا اس لئیے صحابہ نے طے کیا کہ اب اس کو یہیں رہنے دیتے ہیں ورنہ ہر دور میں کوئی بھی آ گا تو وہ بھی تبدیل کرتا رہے گا کوئی کہے گا یہاں لگادو کوئی کہے گا وہاں لگادو جہاں اللہ نے پہنچادیا اسی جگہ رہنے دو، اللہ پاک کی شان دیکھیں کہ سیلاب نے بھی پتھر کو اسی جگہ پہنچایا جہاں سے حضرت ابراھیم کھڑے ہو کر کعبہ کی تعمیر دیکھا کرتے تھے کہ دیوار سیدھی بن رہی ہے یا نہیں، اللہ پاک کو وہی جگہ پسند تھی اس لئیے اسی جگہ اس پتھر کو بھی پہنچادیا اور دونوں مقام ابراھیم جمع ہو گا ،

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (سورہ بقرہ 125)

اس آیت میں بھی اس سے مراد ایک پتھر ہے اور دوسرا اس سے مراد کہ حضرت ابراھیم کے کھڑے ہونے کا وہ مقام جس سے وہ کعبۃ اللہ کی تعمیر دیکھا کرتے تھے سبحان اللہ اللہ رب العزت نے مقام ابراھیم کی جگہ کو اتنی عظمت اور شان بخشی کہ وہ قیامت تک کے لئیے قرآن میں آگیا اور مصلی خلیل مصلی حبیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن گیا، جب کعبہ بن چکا تو اللہ کا حکم ہوا لوگوں کو حج کے لئیے پکارو، بعض علما فرماتے ہیں کہ اسی مقام ابراھیم پر کھڑے ہو کر حضرت ابراھیم نے حج کے لئیے ندا دی اور بعض علما فرماتے ہیں کہ جبل ابی قُبیس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراھیم نے ندا دی، اللہ پاک کی شان ہے کہ کعبۃ اللہ اول بیت یعنی یہ دنیا میں سب سے پہلا گھر اور جبل قُبیس دنیا کا سب سے پہلا پہاڑ جو زمین پر رکھا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراھیم نے عرفات میں جا کر عرفات کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر ندا دی، تو اللہ نے وہاں سے ان کی ندا کو تمام کائنات میں پہنچادیا، اس کے بعد حضرت ابراھیم واپس چلے گئے اور حضرت اسماعیل یہاں رہ گئے یہیں ان کی شادیاں ہوئیں۔

اس طریقے سے اللہ تبارک تعالی نے سرزمین مکہ کو آباد کیا اور اس پورے علاقے میں سوائے دین توحید کے کوئی دین نہیں تھا یعنی سب لوگ ملت ابراھیم پر تھے اور کوئی شرک نہیں کوئی بے دینی نہیں تھی یہی وجہ تھی ہر کوئی کہتا تھا کہ ہم ملت ابراھیم پر ہیں یہودی نصرانی، مشرکین مکہ بھی یہی دعوہ کرتے تھے اس پر قرآن پاک میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ ابراھیم نہ تو یہودیت پہ تھے نہ ہی نصرانیت پہ تھے اور نہ ہی مشرکین میں سے تھے وہ تو دین حق پر چلنے والے تھے اس وقت اصلی دین سارا صرف ملت ابراھیمی تھا۔

سب سے پہلے آمر ابن لُحی ایک شخص تھا وہ مکہ کا بہت بڑا سردار تھا اس کی بات قبائل میں ایسے مانی جاتی تھی کہ ٹالنے کا تصور بھی نہیں تھا یہ وہ آدمی ہے بقیہ صفحہ ۱۶ پر

# یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مداخلت کیوں نہیں کرتے؟

منقول شدہ

ایک تُرک مسلمان مسجد نبوی شریف کے احاطے میں کھڑے ہو کر اپنا آنکھوں دیکھا واقعہ یوں بیان کرتا ہے:

میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑا دیکھ رہا تھا کہ چار پولیس والے کسی کا انتظار کر رہے ہیں، پھر ایک شخص نمودار ہوا تو پولیس والوں نے بھاگ کر اسے قابو کر لیا، اور اسکے ہاتھ جکڑ لیے، نوجوان نے کہا: مجھے دُعا اور توسل کی اجازت دے دو، میری بات سن لو! میں کوئی بھکاری نہیں ہوں، نہ چور ہوں، پھر وہ جوان چیخنے لگا۔

میں نے اسے دیکھا تو ایسے لگا جیسے میں اسے جانتا ہوں، میں بتاتا ہوں کہ میں نے اسے کیسے پہچانا، دراصل میں نے اسے کتنی ہی مرتبہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روتے ہوئے دیکھا تھا، یہ ایک البانوی نوجوان تھا، جس کی عمر 35 یا 36 سال کے درمیان تھی اس کے سنہرے بال اور ہلکی سی داڑھی تھی، میں نے پولیس والوں سے کہا:

اس کا کوئی جرم نہیں ہے تو تم اس کے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ آخر کیا الزام ہے اس پر؟

انہوں نے کہا: تو پیچھے ہٹ، اس معاملے میں بولنے کا تجھے کوئی حق نہیں۔ لیکن میں نے پھر سے کہا: آخر اس کا تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ کیا اس نے کوئی چوری کی ہے؟

انہوں نے کہا: یہ بندہ چھ سال سے ادھر مدینے شریف میں رہ رہا ہے، لیکن اس کا یہ قیام غیر قانونی ہے، ہم اسے پکڑ کر واپس اس کے ملک بھیجنا چاہتے ہیں، لیکن وہ ہر بار ایک ہی چال سے بھاگ جاتا ہے، اور جا کر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پناہ لے لیتا ہے، ہم ادب کی وجہ سے اسے اندر جا کر گرفتار نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا: تو اب اس کے ساتھ کیا کرو گے؟

کہنے لگے: ھم اسے پکڑ کر جہاز پر بٹھائیں گے اور واپس البانیا بھیج دیں گے۔ نوجوان مسلسل روئے جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا: کیا ہو جائے گا اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو؟

دیکھو! میں کوئی چور نہیں ہوں، میں کسی سے بھیک نہیں مانگتا، میں تو ادھر بس محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رہ رہا ہوں۔

پولیس والوں نے کہا نہیں، ایسا جائز نہیں ہے۔

نوجوان نے کہا: اچھا مجھے ذرا آرام سے رسول اللہ ﷺ سے ایک عرض کر لینے دو:

پھر نوجوان نے اپنا منہ گنبد خضراء کی طرف کر لیا۔

پولیس والوں نے کہا: چل! کہہ جو کہنا ہے

تو نوجوان نے گنبد خضراء کی طرف دیکھا اور جو کچھ عربی میں کہا، میں نے سمجھ لیا، وہ نوجوان کہہ رہا تھا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

کیا ہمارے درمیان اتفاق نہیں ہوا تھا؟ کیا میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں چھوڑا؟ کیا اپنی دکان بند کر کے اپنا گھر بار نہیں چھوڑا؟ اور یہ عہد کر کے یہاں نہیں آیا تھا کہ آپ کے جوار رحمت میں رہا کروں گا؟

حضور! اب دیکھ لیجیئے۔ یہ مجھے ایسا کرنے سے منع کر رہے ہیں

یا رسول اللہ ﷺ! یا رسول اللہ ﷺ! آپ مداخلت کیوں نہیں فرماتے؟ یا رسول اللہ ﷺ! آپ مداخلت کیوں نہیں فرماتے؟

اتنے میں نوجوان بے حال ہونے لگا تو پولیس والوں نے ذر ڈھیل دی ور نوجوان نیچے گر گیا، ایک پولیس والے نے اسے ٹھڈا مارتے ہوئے کہا: او دھوکے باز! اٹھ۔

لیکن نوجوان نے کوئی ردّ عمل ظاہر نہ کیا۔ میں نے پولیس والوں سے کہا: یہ نہیں بھاگے گا، تم حمامات سے پانی لاؤ، اور اس کے چہرے پر ڈالو، لیکن نوجوان کوئی حرکت نہیں کر رہا تھا، ایک پولیس والے نے کہا: اسے دیکھو تو سہی کہیں یہ سچ مچ مر ہی نہ گیا ہو۔

دوسرا پولیس والا کہنے لگا: اسے ہم نے کون سی ایسی ضرب لگائی ھے، جس سے یہ مر جائے، پھر انہوں نے ایمبولینس کو بلایا، وہ ادھر سامنے والے سات نمبر گیٹ سے ایک ایمبولینس لے آئے، انہوں نے نوجوان کی شہ رگ پر ہاتھ رکھ کر حرکت نوٹ کی، اور نبض چیک کی تو کہنے لگے: اسے تو مرے ہوئے پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔

اب پولیس والے جیسے مجرم ہوں، نیچے بیٹھ گئے اور رونے لگے، وہ منظر بھی دیکھنے والا تھا، ان میں سے ایک تو اپنے دونوں زانوؤں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتا تھا: ہائے! ہمارے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے... کاش! ہمیں معلوم ہوتا کہ اسے رسول اللہ ﷺ سے اتنی شدید محبت ہے ہائے! ہمارے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے۔

اس کے بعد ایمبولینس والوں نے اسے وہاں سے اٹھا لیا، اور جنت البقیع کی طرف تجہیز و تکفین والے حصے میں لے گئے، غسل کے وقت میں بھی وہیں موجود تھا، میں انہیں کہتا تھا، مجھے بھی ہاتھ لگانے دو، مجھے بھی اس کی چارپائی کو اٹھانے دو، جب جنازہ تیار ہو کر نماز کے لیے جانے لگا تو پولیس والوں نے مجھے کہا! ہم نے جتنا گناہ اٹھایا ہے، بس اتنا کافی ہے، اسے ہمارے سوا اور کوئی نہیں اٹھائے گا، شاید اسی طرح ہمیں آخرت میں کچھ رعایت مل جائے، میرے سامنے ہی وہ نوجوان بار بار کہہ رہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ مداخلت کیوں نہیں فرما رھے؟ دیکھا! رسول اللہ ﷺ نے مداخلت فرمادی اور ملک الموت نے اپنا فریضہ ادا کر کے اسے آپ تک ہمیشہ کے لیے پہنچا دیا۔ اللہ سبحان اللہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی ویسی ہی محبت عطا فرمائے جیسے اس البانی نوجوان کو عطا فرمائی تھی۔

آمین یا ربّ العالمین

# تخیل

نیّر تاباں

'کافی پیو گی؟' کندھوں پر ہاتھ کا ہلکا سا دباؤ محسوس کیا تو چونک کر انہیں دیکھا۔ وہ کب آئے تھے، پتہ ہی نہیں چلا۔ 'اگر آپ پلائیں گے تو ضرور پیوں گی۔' انہیں پتہ تھا یہی کہوں گی، پھر بھی ہر بار پوچھتے تھے۔ پیار سے بال سہلا کر وہ کافی بنانے گئے اور میں واپس کتاب میں مگن ہو گئی۔ دن کا کچھ حصہ یہیں لائبریری میں گزرتا تھا۔

'احمد کہاں ہے؟' دونوں کپ سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔ سنہری دھوپ شیشے کی دیوار سے چھن کر اندر آ رہی تھی۔ دور بلوری تتلیاں گلابوں کے ارد گرد منڈلا رہی تھیں۔ پھولوں کے رنگ تتلیوں کے پروں سے منعکس ہو کر بہت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر احمد امی کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ ابو درختوں کے درمیان بینچ پر بیٹھے نرم دھوپ جذب کرتے انہیں کھیلتا دیکھ رہے تھے۔ 'وہ دیکھیں، امی کے ساتھ ہے۔' انکی نگاہ میری نظروں کے تعاقب میں گئی اور ڈمپل دھیمے سے مسکرایا۔ 'چلو، تمہیں الجھن رہتی تھی کہ امی ابو کے پاس جاؤ تو مجھ سے دور جانا پڑتا ہے، میرے پاس رہو تو انکے لیے اداس ہوتی ہو۔ یہاں یہ بھی آسانی ہوئی، جب جس سے ملنا چاہو، مل سکتی ہو۔' کافی کے پہلے گھونٹ کا سکون اندر اتارتے ہوئے میں نے انکی تائید کی۔ صحیح تو کہہ رہے تھے! دنیا میں سب آدھا ادھورا تھا۔ یہاں پرفیکشن ہے۔ اچھی بات یہ کہ وہ زندگی اب ایسے لگتی تھی گویا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔

خالی کپ میز پر رکھا تو وہ پھر سے متوجہ ہوئے۔ "چلو جب تک احمد نانو کے ساتھ ہے، واک کرنے چلتے ہیں۔" ایک ستارہ کتاب میں رکھ کر کتاب بند کی اور انکے ساتھ ہولی۔

دونوں جانب گھنے درختوں کے بیچ سے ہوتے اس راستے پر چل نکلے۔ کہیں سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی ہلکی سی آواز آ رہی تھی۔ فضا میں موتیے جیسی کوئی خوشبو گھلی تھی، لیکن اس سے بہت پیاری۔ پاس سے کچھ جنتی گزرے تو سلام اور اللہ کی تسبیح بیان کی۔ اجنبی چہرے تھے، لیکن پھر بھی مانوس سے لگتے تھے۔ یہی یہاں کا کمال ہے۔ اجنبیوں سے بھی شناسائی سی محسوس ہوتی ہے اور اپنوں کے لیے تو دل میں ایسی محبت کہ دنیا میں نہیں تھی۔ ہر کدورت، ہر خفگی دور کر دی گئی تھی۔ کامل محبت باقی رہ گئی تھی!

ہاتھوں میں ہاتھ لیے، چلتے چلتے اب ہم کافی دور آ گئے

تھے۔'وہ دیکھو جھرنا۔چلو گی ؟''

"کیوں نہیں ؟ !یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ؟'

چاندی کے پہاڑ سے بہتا وہ شہد کا جھرنا ڈھلتی دھوپ کی آخری کرنوں میں اور ہی پیارا لگ رہا تھا۔کبھی اس حسن کو آنکھوں میں جذب کرتی، کبھی آنکھیں بند کر کے بہتے جھرنے کی آواز سنتی۔واقعی !جنت تو میری سوچ سے بھی زیادہ حسین ہے۔

آسمان پر شام کے خوبصورت رنگ بکھرنے لگے تو ہم واپسی کے راستے پر ہو لیے۔امی،ابو،اور آحمد شاید گھر چلے گئے تھے۔میں بھی کتاب ختم کر لوں تو شام کا کھانا سب ساتھ ہی کھائیں گے۔شکر کہ جنت میں روز یہ نہیں سوچنا پڑتا،آج پکانا کیا ہے،اور پکے پکائے، سجے سجائے من وسلوی مل جاتے ہیں۔

انہیں اب دوستوں کے ساتھ جانا تھا۔"واپسی پر امی ابو جی کی طرف آجایئے گا،کھانا ساتھ کھائیں گے."

انکے نظروں سے اوجھل ہونے پر میں نے پھر سے لائبریری کا رخ کیا۔کیا خبر تھی کہ جنت میں لائبریری بھی ہو گی،اور ایسی کہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچی تھی۔کانچ کی دیوار کے ساتھ shelves اور ان پر ترتیب سے سجی کتابیں۔جو کتاب گمان میں ہوتی،وہ ہی شیلف پر دکھائی دیتی۔ساتھ میں ایک سلائیڈنگ ڈور تھا۔بظاہر تو دروازہ لگتا،لیکن کھولیں تو اندر شیلفوں پر کتابیں بالترتیب مل جاتیں۔سیڑھیاں گولائی میں اوپر کی منزل کی طرف جاتی تھیں جہاں کتابوں کے بیچوں بیچ آرام کرسیاں اور recliners رکھے تھے۔شام ہوتے ہی سونے کی باریک پتیوں سے بنے لیمپ شیڈز کے نیچے رنگ برنگ جگنو اکٹھے ہو جاتے۔کرسٹل کے پروں سے دھنک رنگ کی ٹمٹماتی روشنیاں نکلتیں تو ماحول کچھ اور ہی حسین ہو جاتا۔لائبریری کی چھت کافی اونچی تھی، جس پر آیات کی خوبصورت خطاطی ہوئی تھی۔ساتھ کناروں پر ستارے جڑے تھے۔ارے ہاں !ایک ستارہ کتاب میں بطور نشانی رکھا تھا۔چلیں، کتاب مکمل کر لوں،باقی باتیں پھر کبھی۔۔۔

(اتنے دور سے واپسی مشکل تھی،سچ پوچھیں تو تخیل توڑنے کا دل بھی نہیں چاہا،اسلیے ادھوری تحریر آپکے ذوق کی نذر)



## بقیہ صفحہ ۱۲ کا

جو حاجیوں کی خدمت کرتا اور حاجیوں کو زمزم پلاتا بلکہ زمزم میں بھی شہد ملا کر پلاتا تھا،یہ شخص ملک شام گیا تجارت کے لئیے تو وہاں ایک قوم تھی اما لقہ،اس نے دیکھا کہ اس قوم کے پاس کئی بُت مختلف شکل کے ہیں کوئی مردوں کی شکل تو کوئی عورتوں کی شکل کے،سونے چاندی لکڑی سے بنے ہو ،اُس نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔۔۔؟

جاری ہے

# صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی زندگی کے روشن پہلو

عذرا خالد، کراچی

صحابہ وصحابیات، جنہوں نے اسلام کی ابتدا میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل کی اور آپ کے نقش قدم پر چل کر اسلام کی خدمت کی، ہم سب کے لیے ایک عظیم نمونہ ہیں۔

محبت کی اولین علامت محبوب کی اتباع و پیروی ہے اس لیے ہر امتی پر حق ہے کہ محبوب دوجہاں ﷺ نے جس بات کا حکم دیا اس پر عمل پیرا ہوں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔(مشکاۃ المصابیح جلد ،1)

خواتین کے لیے امیر المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی سیرت خواتین کے لیے مشعل راہ ہے۔ سیرت عائشہ کے باب میں علامہ شبلی رقم طراز ہیں.

"صدیقہ کبریٰ کے سوا دنیا کی کونسی خاتون ہے جس نے مذہب واخلاق اور تقدس کے ساتھ مذہبی، علمی، سیاسی، معاشرتی، غرض گوناگوں فرائض انجام دیے ہوں اور جس نے اپنی زندگی کے کارناموں سے، خدا پرستی کے نمونوں سے اخلاق کی عملی مثالوں سے روحانیت کی پاک تعلیموں سے اور دین و شریعت اور قانون کی تعلیم و تشریح سے دنیا کروڑوں عورتوں کے لیے ایک کامل زندگی اور گراں بہا عملی نمونہ چھوڑا ہو اور جس نے اس عظیم الشان تعدادِ نسوانی کو اپنے مذہبی، اجتماعی اور عملی احسانات سے گراں بار کیا ہو"۔

صحابیات کے تقوی وایمان کی بات کی جائے تو تمام صحابیات اور امہات المومنین نبی ﷺ کی تعلیمات کو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھتی تھیں۔ ویسے بھی عورت سراپا محبت ہے اور عورت جب بھی کسی سے محبت کرتی ہے تو ٹوٹ کر محبت کرتی ہے اور ایسی محبت خواتین کے عشقِ رسول اللہ ﷺ کی تھی، جو دل کی گہرائیوں سے تھی اور ٹوٹ کر محبت تھی حضور ﷺ جو عشق ان صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی الفت و پیار کا رنگ تھا جس میں وہ منفرد و یگانہ تھیں، یہ وہ مقدس ہستیاں تھیں جو اپنے محبوب آقائے نام دار حضرت ﷺ کے آرام کا بھی بے حد خیال رکھتی تھیں اور آپ ﷺ کے آرام کے ساتھ دفاع کی خاطر اپنی ذات کی پروا نہیں کرتی تھیں۔ رسول ﷺ سے منسلک چیزوں کو بطور یادگار محفوظ کر لیتی تھیں اور ان اشیا کے استعمال میں جس رنگ عشق و محبت کا اظہار انہوں نے کیا وہ قابل ذکر ہے۔ خواتین نے کیسے اپنے آقا ﷺ کے ساتھ محبت کی ہے اور اپنے اور اپنے بچوں کی جان پیغمبر ﷺ کے اوپر جان نثار کی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر تھے، ان کے بال بڑے رہتے تھے، ایک روز انہوں نے ارادہ کیا کہ ان کو کاٹ دیں۔ جب آپ کی والدہ ام سلیم کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ تڑپ اٹھیں، اپنے بیٹے کو

مخاطب کر کے فرمایا: "انس ان بالوں کو مت کاٹنا، کیوں کہ ان بالوں کو نبی ﷺ نے پکڑا تھا۔ یہ محبت رسول ﷺ ہے اور ہمارے لیے مشعل راہ ہے کہ ہم بھی آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کر کے نبی ﷺ سے محبت کے شاید سچے امتی بن سکیں۔

ام سلیم رضی اللہ عنہ کی محبت رسول ﷺ ایک اور واقعہ تاریخ میں ملتا ہے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں آپ ﷺ پاس ہنستے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے اُم سیلم رضی اللہ عنہا نے خنجر لگا رکھا ہے، اپ ﷺ نے پوچھا تم اس کا کیا کرو گی؟ تو کہنے لگیں جب بھی کوئی مشرک میرے سامنے آیا اس کے پیٹ میں گھونپ دوں گی، یہ تھا اُم سلیم کا نبی ﷺ سے عشق و محبت کا عالم۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور صحابیات رضی اللہ عنہ کی زندگی سے ہمیں بہت سے اہم دروس ملتے ہیں، جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

**ایمان پر پختہ یقین:**

صحابہ نے اسلام کو صرف ایک مذہب نہیں بلکہ اپنی زندگی کا مرکز بنایا۔ انہوں نے اسلام کے بنیادی اصولوں پر پختہ یقین رکھتے ہوئے اپنی زندگی گزاری۔ صحابہ نے صرف ایمان ہی نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا بھی سیکھا۔ انہوں نے قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو بدل دیا اور دوسروں کو بھی بدلنے کی کوشش کی۔

**جہاد:**

صحابہ نے اسلام کی تبلیغ اور دشمنوں سے مقابلہ کے لیے جہاد کیا۔ انہوں نے اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ: صحابہ کی زندگی اخلاق کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ انہوں نے سچ بولنا، امانتداری، انصاف، بردباری اور دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک جیسے اخلاقی اوصاف کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا۔

**صبر و استقامت:**

صحابہ کو زندگی میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے صبر و استقامت سے کام لیا اور کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ صحابہ نے جاہلیت کے اندھیروں میں اسلام کی شمع روشن کی اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

**عورتوں کا مقام:**

صحابہ نے اسلام میں عورتوں کو جو عزت و وقار دیا گیا ہے اس پر عمل کیا اور عورتوں کو ان کے حقوق دیئے۔

**مثالی معاشرے کا قیام:**

صحابہ نے ایک مثالی معاشرہ قائم کیا جس میں ہر فرد ایک دوسرے کا بھائی تھا۔ صحابہ و صحابیات کی زندگی ہمارے لیے ایک مشعل راہ ہے۔ ان کی زندگی سے حاصل ہونے والے دروس کو اپنی زندگی میں لاگو کر کے ہم بھی ایک بہتر مسلمان اور انسان بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں صحابہ کرام واہلبیتؓ عظام کے اسوہ حسنہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العلمین۔

# اسیر مغرب

بنت محمد دین

میرے خیال سے کسی قوم کی بہترین روایات کا تحفظ بہت حد تک اس قوم کی عورتیں ہی کرسکتی ہیں۔

اوراق تاریخ کو اُٹھا کر دیکھیں، تو عورت ایسی مخلوق کا نام ہے جو شرم وحیا کا پیکر، بہادری و روفا کی مثال ہے۔ قرآن نے عورت کو عزت دی اسلام نے تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا، خود اعتمادی دی۔

ہر عورت کے اندر الگ خصوصیات ہیں۔

اولاد کی بہترین تربیت میں سب سے بڑا ہاتھ عورت کا ہوتا ہے، عورت ہی کی پرورش سے صلاح الدین ایوبی جیسے جنگجو دنیا نے دیکھے، عورت کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ رابعہ بصری جیسی خواتین کی عبادت گزاری کی مثال دی جاتی ہے۔

آج ہم خواتین اتنی غیر اعتدالی زندگی کیوں گزار رہی ہیں؟

اگر جواب یہ آئے کہ ضرورت زندگی کو پورا کرنے کے لیے ہم شعور، عبادتوں، اولاد کی تربیت اور اللہ کی رضا کو چھوڑ کر قرآن و سنت کی خلاف زندگی کی طرف چل پڑے ہیں تو یہ سراسر نفس کا دھوکہ ہے۔

غربت کا طوفان زندگی میں آچکا ہے، آپ بیوہ یا طلاق یافتہ ہیں، آپ کا شوہر بیمار ہے یا اس قدر غریبی ہے کہ ایک اکیلا مرد بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔

تو اس کا حل یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ ہم مغربی تہذیب کو پروان چڑھا کر ٹک ٹاک پر ہزاروں نامحرم مردوں کی تفریح کا سبب بن جائیں۔

مائیں بہنیں بیٹیاں کیا کھا رہی کیا پہن رہیں، کب بیدار ہوئیں، کیا کھایا پکایا ہر لمحہ سے دنیا کو باخبر کریں اور چند پیسے لے کر بڑی گاڑی بڑا بنگلہ لے کر امیرانہ زندگی کے خواب کو پورا کریں۔ آسائیشوں بھری زندگی ہر انسان کا خواب ہو سکتی ہے لیکن خوابوں کو پورا کرنے کے لیے بہترین راہ کو متعین کرنا ہوگا۔ پہلے وقتوں میں غریب گھروں کی بیٹیاں محنت ومشقت کر کے میٹرک کرتی اور پھر گھر میں بچوں کو ٹیوشنز پڑھا کر اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرنے میں ماں باپ کا ساتھ دیتی تھیں۔

آج کیا ہو رہا ہے!

چھوٹی چھوٹی بچیاں عجیب تر لباس پہنیں ٹک ٹاک کی زینت بن گئی ہیں۔ پیسے کی چکا چوند نے دیوانہ بنا دیا۔ عصری تعلیم ہو یا دینی تعلیم ہر جانب سے دوری یہ ہی تو مغرب کی خواہش تھی جو ہم پوری کر رہے ہیں، امت مسلمہ میں باشعور عورت نہ رہے جو دوبارہ صلاح دین ایوبی پیدا کر سکے، جو مثل فاروق اعظمؓ جیسے بیٹے پیدا کر سکیں، جو خنساء و خولہ، امی عائشہ صدیقہ و زینبؓ و خدیجہؓ کی صفات کے ساتھ اپنی بیٹیوں کی تربیت کر سکیں۔

دنیا کی عظیم بزنس وومن تاجرہ امی خدیجہؓ کی زندگی مشعل راہ ہے اُس طرز زندگی کو اپنائیں گے تو ہماری بیٹیاں سیکھ سکے گی۔

لیکن شاٹ کٹ کے راستے کو اختیار کر کے اللہ ورسول ﷺ کی ناراضگی کے پرواہ کیے بنا بس دولت کی پٹی آنکھوں پر بندھ گئی ہے۔

آپ تعلیمی اخراجات نہیں اُٹھا سکتی تو یہ عذر نامقعول ہے۔اپنے ہاتھ کے ہنر سے کمائیں، کسی عورت کا بے پردہ ٹک ٹاک زینت بننے سے بہتر ہے کہ کسی کے گھر جھاڑو پوچا کر کے محنت سے کمالیں،عزت نفس محفوظ رہے گی۔

گھر بیٹھے عورت اپنے ہاتھ کے ہنر سے کما سکتی ہے، باپردہ رہے کر جدید سکلز سیکھ سکتی ہے، حلال رزق حاصل کر سکتی ہے۔ماضی کے کچھ ورق پلٹ کر دیکھیے تو چٹا یاں بُنتی، سلائی کرتی، رنگ برنگیں دھاگوں سے کپڑوں کو سجاتی، کھیتوں میں کام کرنے سے لیکر جدید دور کے نئے نئے سکلز سیکھ کر باعزت روزی کماتی نظر آئینگی، آج بھی پاکستان میں بہت سی خواتین دن رات کی انتھک محنت سے ترقی کے راستے پر گامزن ہے۔مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کر رہی ہیں، لیکن اپنی حدود کا خیال کرتے ہوئے، ہر لمحہ اس بات کو باور کرواتے ہوئے کہ میری اس ترقی میری محنت کے پیچھے میری شوہر بھائی باپ کا ہاتھ ہے۔

اب ایک نظر اُن مردوں کی جانب بھی !

جو ویلگوز بنا رہے ہے۔ اپنا یہی کلچر دکھانے کے بہانے خواتین کو منظر عام پر لا رہے ہیں، اپنی بیوی بہنوں ماوں کو شامل کر کے ویڈیوز بنا رہے۔مرد ہوں یا عورت محنت کو پس پشت ڈال کر بس ناچ گانے عجیب طرح کے کنٹینٹ کو اپنا کر ذریعہ معاش تلاش کر لیا۔یہ مغربی جال تھا جس کا شکار آج ہر گلی کوچے میں رہنے والا شخص ہو گیا ہے۔

افسوس ! اللہ نے عورت کو شان و عزت و قار دیا وہ سب کیچڑ میں ملا دیا گیا۔ہم شاید وہ آخری لوگ ہیں جنہوں نے عورتوں کے عظیم کارنامے سنیں ہیں۔اس کے بعد آنے والی نسلیں اکثریت اُن خواتین کو دیکھیں گی، جن پر آج بے حد دکھ ہے۔

مغرب نے عورت مارچ کے نام پر بہت کام کیا لیکن وہ عورت کی عفت کو نقصان نہ پہنچا سکے،اُن کے خلافِ کئی خواتین اُٹھ کھڑی ہوئیں، مغرب کے مُنہ پر طمانچہ مارا کہ اُن کے دل دہل گئے کہ امت مسلمہ کی عورتیں پھر دور صدیق اکبرؓ لے آئینگی۔ایک نئی چال چل دی ویلگوز ٹاک ٹاک ہاتھوں میں تھما دیا۔مغرب کی ان ایجادات سے باشعور خواتین نے فائدہ اُٹھایا مغرب کو اُن کے جال میں ہی پھنسا دیا، مثبت استعمال کیا۔لیکن ہماری کچھ خواتین کچھ مرد اس جال میں بُری طرح جکڑے جا چکے ہیں۔

ایک دن میں لاکھو سے کروڑوں کا سفر طے کرتے وہ بھول گئے، دنیا راضی اور خدا ناراض ہو رہا ہے۔جو خواتین اس طلسم کو توڑ کر تعلیم نبویﷺ کی روشنی میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہیں اُن کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ اس کینسر سے زیادہ موذی مرض سے قوم کی بیٹیوں کو بچائیں۔

# میری ذات ذرہ بے نشاں

قسط 8

ساجدہ بتول

''بس! ہو گئی بولتی بند!'' لڑکی کی ماں چمک کر بولی۔ ''وہ دراصل دوسرے شہر گیا ہوا ہے۔'' ساس بالآخر بات بنانے میں کامیاب ہو ہی گئی۔

''واہ واہ! اچھا پردہ ہے تمہارے جھوٹ پہ۔''

بات ختم ہوتے ہوتے پھر شروع ہو رہی تھی۔ مردود لڑکے کے دماغ میں سے نکل کر فوراً لڑکی کے دماغ میں گھس گیا۔

''تم کہو! تمہاری بیٹی کا بھی ایک لڑکے سے چکر ہے۔''

''نہیں نہیں۔'' وہ عورت فوراً بولی۔ ''مجھے اپنی بیٹی کا گھر بسانا ہے۔ اجاڑنا نہیں۔''

مردود اب تھک چکا تھا۔ بے بس ہو کر وہاں سے نکل آیا۔

''خیر! ابھی میں شام تک یہیں ہوں۔ تم لوگ میری بیٹی کو جوس پلائے اور اچھا سا کھانا کھلائے۔ اور خبردار! اب کوئی بھی اسے مت ڈانٹے۔'' مار کھانے والی لڑکی کی ماں نے کہا۔

''ٹھ ٹھیک ہے۔'' یہ اس لڑکی کا شوہر تھا۔

ساس نے اس پر گھور کے اسے دیکھا مگر کچھ کہہ نہ سکی۔ لڑکا کان دباتا ہوا جوس لینے کے لیے گھر سے باہر نکل گیا۔

تب تک لڑکی کی ماں اسے سہارا دے کر کھڑا کر چکی تھی۔

''اندر چلو بیٹی!'' مسسر نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور اس کی ماں اس کا ہاتھ پکڑے اسے اس کے کمرے کی طرف لے کر چل دی۔

''یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔'' مردود نے بے چارگی سے سوچا ورنہ چاہتے ہوئی بھی اڑ کر وہاں سے باہر نکل آیا۔ وہ اپنا پورا زور لگا چکا تھا مگر اس کے زور کے آگے دو عورتیں ڈٹ گئی تھیں اور فساد مچانے والی نے خود ہار مان لی تھی۔

مردود کی آج کی پروگریس رپورٹ میں بس دو لاتیں، ایک مکہ اور ایک جھوٹ ہی تھا۔

''میں بھی پاگل ہوں۔ عورتوں سے بڑی غلطیاں کروانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ تو خود مجبور ہوتی ہیں۔ اور رہے مرد، وہ ان کی وجہ سے ہی کچھ زیادہ برا نہیں کر سکتے۔ چڑیلیں انہیں بھی سیدھا رکھتی ہیں ہونہہ۔۔۔ اب تو بس کوئی ایسا لڑکا پھانسنا ہے جو اتاؤلا ہو۔ کسی عورت سے مشورہ کیے بغیر ہی میری بات مان لے۔''

اس نے سوچا اور اپنے مخصوص بیت الخلاء میں آ گیا۔ وہ کافی تھک گیا تھا لہٰذا لیٹتے ہی خراٹے مارنے لگا تھا۔

اگلے دن صبح ہی اس نے کوشش شروع کر دی تھی۔ کل والے مناظر سوچتے ہوئے اس کا سر غصے کے مارے آگ کا بن گیا۔

''ہونہہ غلیظ چھپکلیاں۔۔۔ سارا کام یہ عورتیں ہی خراب کرتی ہیں۔''

اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور وہ اڑنے لگا۔

(جاری ہے)

# وہ نبیوں میں اُمّی لقب پانے والا

بنت صدیقی کاندھلوی

دنیا اپنی بقا اور ترقی کی دوڑ میں پیغمبروں کی مرہون منت ہے، کیونکہ پیغمبر اخلاق کے سب سے بڑے معلم انہوں نے اخلاق کے دقیق کی گرہ کشائی کی انکی زندگی کا عملی نمونہ روایتوں اور تاریخوں کے اوراق میں محفوظ ہے انکی درسگاہوں میں آکر بڑی بڑی قوموں نے ادب کے زانوئے تلمذ طے کیے، عالم اسلام میں خدا تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث ہی اسلیے فرمایا کہ وہ بنی نوع انسان کو انسانیت کی تعلیم دیں-ان اخلاقی استادوں میں درسگاہ عالم کے سب آخری معلم نبی علیہ الصلوات والسلام کو نمایاں فضیلت و امتیاز حاصل ہے، کرہ ارض پر اخلاق کی جو کرن ہے وہ نبوت کے مطلع انوار سے چھن کر ضوفشانی کر رہی ہے۔

شہر مکہ کے مضافات میں جبل نور کے غار حرا سے ایک بجلی کوندی اور سینکڑوں سال سے حق کی تلاش میں سرکردہ انسانیت کو ظلمت و گمراہی سے نجات مل گئی انسانیت کی حیات نو اور تعمیر نو کا عظیم الشان کام اسی رسالت کا طالب تھا نوی دین حق کا پرچم آفاق عالم میں ہمیشہ کے لیے بلند کرے۔

وہ دانائے سبل مولائے کل ختم الرسل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقان وہی یسین وہی طہ

جس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی وہ جزیرہ العرب کی تاریخ کا تاریک ترین دور تھا اس وقت عرب کو ایسے انسان کی ضرورت تھی جو اپنے پیش رو انسان سے ہر چیز میں جدا ہو، جس کے سایہ رحمت میں ساری انسانیت کو پناہ مل سکے، اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام زمانوں اور اقوام پر محیط ہے، اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات قیامت تک کے لیے ہیں، اپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے اولین داعی و واعظ ہیں جنکی تمام صفات، اخلاق و فضائل اعلی، اشرف اور اقوی ہیں-ان تمام محاسن کو احاطہ

/darsequran1

تحریر میں لانا مشکل اور محال ہے۔

امام نووی رح کتاب تہذیب میں لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اخلاق وعادات کی تمام خوبیاں، کمالات اعلیٰ صفات حضور صلی اللہ علیہ کی ذات گرامی میں جمع فرمادی تھیں، اللہ پاک نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق کی حمد وثنا فرمائی ارشاد باری تعالیٰ ہے: انک لعلی خلق عظیم۔ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رض عنہا سے پوچھا رسواللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا ہیں آپ رض نے جواب دیا: کان خلقہ القرآن'

مراد یہ ہے کہ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہذب اخلاق تھے یعنی جو قرآن میں ہے وہ عملی صورت میں حامل قرآن کی سیرت میں تھا۔

اسلام کے اخلاقی معلم کی شان سب سے بلند وبالا ہے حقیقت میں کسی انسان کا فہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔ عفو ودرگزر، وسعت قلبی، قوت برداشت، سخاوت، رحمت ذکاوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام تھا وہاں تک رسائی ممکن نہیں، دعوت وتبلیغ کے زمانے میں اسلام کی ترویج وترقی دشمنان اسلام کو بہت گراں گزرتی تھی، انہوں نے آپکو ایذا پہنچانے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، لیکن رحمت عالم، ہادی برحق نے نرمی کا معاملہ فرمایا آپ نے فرمایا میں رحمت بناکر بھیجا گیا ہوں۔

"اور ہم نے آپ کو بھیجا جہاں کے لوگوں پر مہربانی کرنے کیلیے"

حکم ربانی سے صراحتن واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا قرب قرب حاصل کرے گا وہ اسی قدر اللہ جل شانہ کے قریب اور محبوب ہوگا گویا سنت کا اتباع ہی حاصل بنگی اور عبادت کی روح ہے۔

رسول پاک ﷺ کے تمام مکارم اخلاق، اعمال، اموال و معاملات زندگی ہر قوم وہر زمانے کے لیے بہترین نمونے اور مشعل راہ ہیں۔ ماحول یہ ہے کہ امت ہر شعبہ زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی قولی وعملی ہدایات کو حرز جان ومقصد حیات بنالے۔

یاصاحب الجمال و یا سید البشر — من وجھک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہ — بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

# اصرار

ام محمد عبداللہ

مجھے اس کے پر اعتماد لہجے اور دل آویز مسکراہٹ سے الجھن ہونے لگی تھی۔

دیکھیے محترمہ میں معالج ہوں میرا کسی سکول مدرسے کی تقریب سے کیا ربط۔ آپ تعلیمی میدان کی شخصیات کو بطور مہمان بلایے۔

ربط اور تعلق تو ہے۔ اس نے نرمی سے جواب دیا۔ میں نے بیزار سی نظروں سے اسے گھورا۔

آپ معالجین ظاہری بیماری کا پتا لگا کر جسمانی صحت کو یقینی بنانے کی کوشش کرتی ہیں اور ہم کوشش کرتی ہیں کہ ہمارے بچوں میں کوئی روحانی بیماری پروان نہ چڑھنے پائے۔ میرے اصرار کی کوئی وجہ ہوگی۔ ایک گھنٹے ہی کی تو بات ہے۔ آپ کا کلینک اور ہمارا سکول ایک ہی علاقے میں تو ہیں۔ حق ہمسا یگی دیتے ہوئے ہماری تقریب کو رونق بخشیے۔

اس کے چلے جانے کے بعد میں کافی دیر تک سوچتی رہی وہ مجھے بلانے پر مصر کیوں تھی؟

میں علاقے کی با اثر خاتون ڈاکٹر تھی۔ میرا کلینک ہر وقت مریضوں سے بھرا رہتا تھا۔ شاید مجھے بلانے سے اس کے سکول میں بچیوں کی تعداد میں اضافہ ہو سکتا ہو۔ میں نے کندھے اچکائے اور سامنے بیٹھی مریضہ کو چیک کرنے لگی۔

مقررہ تاریخ پر اس کا اصرار بلآخر مجھے اس کے سکول لے ہی گیا۔

سکول کے کھلے میدان میں سفید یونیفارم میں نیلے رنگ کے ربن باندھے طالبات آسمانی پریاں لگ رہی تھیں۔ میں نے دلچسپی سے چاروں جانب دیکھا۔ طاہرہ وہ جن کے اصرار پر میں یہاں موجود تھی نے مجھے احترام سے پرنسپل کے ساتھ بٹھایا۔

تقریب شروع ہو چکی تھی۔ طالبات کی نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں سے متعلق حاضرین کو آگہی دی گئی۔ حرف آخر کے لیے جماعت پنجم کی ایک طالبہ کو سٹیج پر بلایا گیا۔ سفید نکھرے نکھرے یونیفارم میں دوپٹہ سر پر جمائے وہ معصوم سے انداز میں گویا ہوئی۔ مقرروں والی گھن گھرج سے مبرا سادہ سا لہجہ حاضرین محفل آپ کو پتا ہے پہلا آسمانی حکم کیا تھا۔

جی ہاں

پہلا حکم تھا۔۔۔۔۔۔اقرا باسم ربک الذی خلق

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

حاضرین محفل!

آپ کو پتا ہے ناں اللہ کون ہے؟

وہی اللہ جسے ہم اکبر کہتے ہیں اور صرف کہتے ہی تو نہیں دل سے مانتے بھی ہیں۔

ہیں ناں؟ اس نے معصومیت سے سوال کیا۔

وہی اللہ جو سورج، چاند، تاروں سیاروں، سمندروں صحرا ں جنگلوں بیابانوں پہاڑوں کہکشا ں سے بڑا ہے۔ وہی اللہ جو فرعون، نمرود، شداد اور عصر حاضر کے ہر صدر وزیر اعظم، شہنشاہ و رباد شاہ سے بڑا ہے۔ وہی اللہ جو سائنس و ٹیکنالوجی کے ہر کرشمے سے بڑا ہے۔ جو ہمارے نفس، ہماری عقل ہماری ڈگریوں سے بڑا ہے۔

اتنے بڑے اللہ نے ہمیں جو پہلا حکم دیا ہے وہ ہے

اقرا باسم ربک الذی خلق۔۔۔۔۔

کیا آپ اتنے بڑے اللہ کا حکم نہیں مانیں گی؟

اس نے سوالیہ انداز میں حاضرین پر نظر دوڑائی۔

پھر یقین سے بھرے لہجے میں بولی: کہیے آپ اللہ اکبر کا پہلا حکم مانیں گی، آپ قرآن پڑھیں گی، سمجھیں گی۔

وہ لمحہ بھر کو رکی۔ تو حاضرین نے ہاتھ بلند کر دے، ہم قرآن پڑھیں گی، ہم قرآن سمجھیں گی۔ اللہ نے آسمانوں سے پہلا حکم اتارا۔

اقرا۔۔۔ کون اللہ؟ وہ جو ہمارا مالک ہے۔ خالق ہے، جس نے ہمیں بنایا۔ محبت سے بنایا۔ دل اور آنکھیں عطا کیں۔

شعور اور عقل عطا کی۔ آسمان کا سائبان اور زمین کا بچھونا دیا۔ رنگ اور بہاریں دیں۔ کھلایا، پلایا آسائشیں دیں۔ اس زندگی کے بعد ایک ابدی زندگی کا وعدہ دیا۔ جنت کی خوشخبریاں دیں۔ جہنم سے ڈرایا۔ کہیے جنت کی خوشخبریاں پانے کو۔ آپ قرآن پڑھیں گی، سمجھیں گی۔

وہ لمحہ بھر کو رکی۔ تو حاضرین نے ہاتھ بلند کر دیے۔ ہم قرآن پڑھیں گی، ہم قرآن سمجھیں گی۔

اللہ نے آسمانوں سے پہلا حکم اتارا۔ اقرا۔۔۔ کون اللہ؟ وہی اللہ جسے ہم اپنے ہر دکھ تکلیف میں پکارتے ہیں۔ وہی اللہ جو ہماری پکار۔

ہماری فریاد سنتا ہے۔ صرف سنتا ہی نہیں جواب بھی دیتا ہے۔

ہمارے دکھ دور بھی فرماتا ہے۔ وہی اللہ ہمیں جو پہلا حکم دیتا ہے

وہ ہے اقرا۔

تو بتائے۔ آپ اس پہلے حکم سے بے اعتنائی برتیں گی۔

یا آپ بھی اللہ پاک کے احسانات اور محبتوں کے جواب میں محبت سے قرآن پڑھیں گی، سمجھیں گی۔

وہ لمحہ بھر کو رکی۔

تو حاضرین نے ہاتھ بلند کر دیے۔

ہم قرآن پڑھیں گی، ہم قرآن سمجھیں گی۔

بے ساختہ ہر دفعہ ہاتھ بلند کرنے والوں میں میں بھی شامل تھی۔

تقریب کے اختتام پر جب میں پلٹنے لگی تو طاہرہ نے محبت سے میرے ہاتھ تھام لیے کیسا لگا آپ کو میرے اصرار پر یہاں آنا؟

میرا جمود زدہ دل آج عجب گداز سے دھڑک رہا تھا اس بچی کا انداز میرے دل میں اتر گیا تھا۔

میں یہاں سے ایک عزم لیے واپس جا رہی ہوں کہ میں قرآن پڑھنے اور سمجھنے کو معمول کا حصہ بناؤں گی اور یہ بھی کہ میں اپنے مریضوں کو قرآن پڑھنے اور سمجھنے کی دعوت دوں گی۔

میں مسکرائی تو وہ بھی مسکرا دی۔

ڈاکٹر صاحبہ میرے اصرار کی وجہ بھی تو یہ ہی تھی۔ وہ اپنی کامیابی پر خوش ہوئی۔ میں بھی خوش تھی کہ میری اور اس کی کامیابی میں اک ربط اک تعلق تھا۔

حنا نور

# خزاں کی سرگوشیاں

اکتوبر کا مہینہ اپنی مخصوص خاموشیوں اور زرد رنگوں کے ساتھ دل پر ایک عجیب سا اثر چھوڑتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب فطرت خود کو دھیرے دھیرے سردیوں کے لیے تیار کرتی ہے، اور درخت اپنے زرد اور سنہری پتوں کو ہوا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اس مہینے کی ہوا میں خزاں کا لمس اور ایک خاموش پیغام ہوتا ہے، جو دل میں چھپی ویرانیاں اور پرانی یادوں کو جگاتا ہے۔

## خزاں کی کہانی

اکتوبر کی صبحیں ٹھنڈی، شامیں مختصر اور راتیں طویل ہونے لگتی ہیں۔ درختوں سے گرتے ہوئے پتے، زندگی کی مختصر اور عارضی حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان پتوں کا جھڑنا، نئے آغاز کی علامت ہے۔ فطرت کے اس مظہر میں ایک خاموش شاعری پوشیدہ ہے:

"ہر پتہ گر کر کہتا ہے، کہانی ختم نہیں
اک خزاں کے بعد، بہار پھر سے آئے گی"

## اکتوبر کا مزاج

اکتوبر کا موسم اپنے ساتھ سکون اور راحت لاتا ہے۔ سردی کی نرم آغوش میں لپٹے ہوئے دن اور رات، لوگوں کو آرام اور سست روی کا مزہ دیتے ہیں۔ لوگ گرم کپڑوں میں لپٹے، چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے خزاں کے اس حسن کو محسوس کرتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جب زندگی کی رفتار تھم سی جاتی ہے، اور ہر لمحہ ایک نئے معنی کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

## شاعری اور خزاں کا رشتہ

خزاں ہمیشہ شاعری کو تحریک دیتا ہے۔ یہ موسم دل کی خاموشیوں کو لفظوں میں ڈھال دیتا ہے۔ شاعر خزاں کی تنہائی میں اپنی یادوں، خوابوں اور ادھوری خواہشات کو ایک نیا رنگ دیتے ہیں:

"خزاں کی رات میں دل نے کہا
یہ زردی بھی تو ایک خواب کا حصہ ہے
پتوں کا گرنا، زندگی کی ایک رسم
اور ہر موسم ایک نئی کہانی سناتا ہے"

## خزاں سے بہار تک کا سفر

اکتوبر صرف خزاں کی ویرانی کا نام نہیں، بلکہ یہ اس تبدیلی کا آغاز بھی ہے جو ہمیں ایک نئی بہار کی طرف لے کر جاتی ہے۔ پتوں کا جھڑنا ایک نئی زندگی کے آغاز کا پیغام ہوتا ہے۔ جیسے درخت اپنے بوجھ سے آزاد ہو کر نئے پتوں کا انتظار کرتے ہیں، ویسے ہی انسان بھی اپنی پرانی یادوں اور غموں کو چھوڑ کر نئے سفر کی تیاری کرتا ہے۔

"اکتوبر کی یہ زردی، کل کی ہریالی کی نوید ہے
ہر خزاں کے پیچھے، ایک نئی بہار چھپی ہے"

اکتوبر ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ زندگی میں ہر خزاں ایک نئے آغاز کا دروازہ کھولتی ہے، اور ہر مشکل کے بعد آسانی آتی ہے۔ یہ مہینہ اپنے زرد پتوں، سرد ہواؤں اور خاموش شاموں کے ساتھ زندگی کی گہرائیوں میں جھانکنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

# اسلام میں جہیز کا کوئی تصور نہیں

ریاض احمد صدیقی

اسلام میں جہیز کا کوئی تصور نہیں۔ یہ دراصل ایک ہندوانہ رسم ہے جو بدقسمتی سے مسلمانوں میں نہ صرف رائج ہو گئے ہے بلکہ ایک لعنت کی شکل اختیار کر چکی ہے۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ چند سال قبل ملک شام کے ایک بزرگ تشریف لائے اتفاق سے ایک مقامی دوست بھی اسی وقت آ گیا اس دوست نے جب ایک عربی بزرگ کو دیکھا تو اسے دعا کی درخواست کی اور بتایا کہ میری دو بیٹیاں شادی کے لائق ہیں اللہ تعالی انکی شادی کے اسباب پیدا فرما ہے۔

تو شیخ نے پوچھا کیا انکے لیے کوئی مناسب رشتہ نہیں مل رہا؟

وہ بولے جی رشتہ تو دونوں کا ہو چکا ہے لیکن میرے پاس مالی وسائل نہیں کہ انکی شادی کر سکوں۔

یہ سن کر شیخ نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ کیا آپکی دو لڑکیاں ہیں یا لڑکے بتایا کہ لڑکیاں پھر تعجب سے فرمایا لڑکیوں کی شادی کے لیے مالی وسائل کی کیا ضرورت ہے؟

اس دوست نے جواب دیا کہ میرے پاس انکو جہیز دینے کے پیسے نہیں ہیں شیخ نے پوچھا جہیز کیا بلا ہے؟

جب تفصیل سے جہیز کا تعارف کرایا گیا تو شیخ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

اور فرمانے لگے کیا بیٹی کی شادی کرانا کوئی جرم ہے جسکی یہ سزا باپ کو دی جاتی ہے۔

ہندوؤں میں رسم جہیز کی وجہ، جہیز ایک ہندووانہ رسم ہے۔

اصل میں ان کے ہاں اس رسم کی وجہ کیا ہے؟

وجہ یہ ہے کہ ہندو مت میں لڑکی کا حصہ وراثت میں نہیں ہوتا۔

اس لئے اس کی شادی کے وقت باپ اس کے گھر کا ساز و سامان ساتھ ہی دے دلا کر فرض سے بری ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان کے ہاں یہ رسم بڑے اہتمام سے کی جاتی ہے۔

لیکن اسلام میں تو لڑکیوں کو تو شراکت دار ٹھہرایا گیا، باپ کی جائیداد میں اس کا حصہ دینے کا حکم موجود ہے

ارشاد باری تعالی ہے:

(اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے

بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے)۔

پاکستان اور ہندوستان میں جہیز لینے کا رواج بہت عام ہے۔ کسی لڑکی کی شادی پر لڑکے والے اس سے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں۔ شادی میں یہ رسم بہت ہی خاص سمجھی جاتی ہے۔

اور نہ ملنے کی صورت میں یا کم ملنے کی صورت میں لڑکی سسرال والوں کے طنز اور طعنوں کا شکار ہوتی ہے۔

اس وجہ سے والدین کے پاس اتنا پیسہ نہ بھی ہو جب بھی وہ اپنا خون پسینہ ایک کر کے، قرضوں کے مراحل سے گزر کر اپنی بچی کے لیے جہیز کی بہت سی اشیاء تیار کرتے ہیں کہ کہیں ان کی بیٹی کو شادی کے بعد پوری زندگی سسرال والوں سے طعنے سننے کو نہ ملیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ لڑکا جب کماتا ہو اور کسی لڑکی کو نکاح کے بعد اپنے گھر کی عزت بنا کر لا رہا ہو تو وہ اسکی ذمہ داری ہے کہ فرنیچر بھی وہ خود ہی لے۔

لڑکے کو چاہیے کہ وہ جہیز لینے سے منع کر دے۔

البتہ والدین اپنی حیثیت کو دیکھتے ہوئے اپنی خوشی سے جو دینا چاہتے ہیں اپنی بیٹی کو دیں

# ہوم گارڈننگ

منقول شدہ

مجھے نئے نئے ڈیزائن کے گملے پینٹ کرنا اور پھر ان میں خوبصورت پلانٹس لگانا بہت اچھا لگتا ہے چاہے مجھے اپنے پلانٹس لگانے ہوں کسی دوست کے لیئے یا پھر کسٹمرز کے لیئے لگانے ہوں میں اس چیز کو بہت انجوائے کرتی ہوں مجھے یونیک کلرز میں پوٹس کو پینٹ کرنا اچھا لگتا ہے اکثر ممبرز کہتے ہیں کہ پینٹ کرنے سے مٹی کے پوٹس کے چھوٹے چھوٹے سوراخ بند ہوجاتے ہیں جس سے پلانٹ خراب ہوجانے کا خدشہ ہے۔

وہ اپنی جگہ درست فرماتے ہیں مگر میں تقریباً پچیس سال سے گارڈننگ کر رہی ہوں اور یہی میرا شوق ہے کہ پوٹس کو حسین رنگوں میں ڈھالنا اور پھر ان میں پلانٹس لگانا اور آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ میرے سارے پلانٹس ماشاءاللہ فریش رہتے ہیں یہ میرا ذاتی تجربہ ہے مجھے اسی طرح سے حسین رنگوں سے گارڈن کو مزین کرنا پسند ہے ۔اور میں نے اس دوران کئی کلر چینج کیئے ہیں اور مختلف طریقوں سے اپنے گارڈن کی سیٹنگ کرتی رہتی ہوں۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ آپ اگر پلاسٹک کے پوٹ میں بھی پودے لگاتے ہیں یا مٹی کے پوٹ میں بس چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے آپ کے پلانٹس ہمیشہ لش گرین رہیں گے۔

جو بھی پوٹ استعمال کریں اسکا ڈرینج سسٹم اچھا ہوتا کہ پانی کھڑا نہ رہے آپ کے پلانٹس کبھی خراب نہیں ہوں گے۔

اوور واٹرنگ سے اجتناب کریں شروع شروع میں باغبان یہ غلطیاں بہت کرتے ہیں ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ بس پودے کو پانی دینا ضروری ہے تو نتیجتاً پانی کی زیادتی پودے کو خراب کر دیتی ہے

سوائل میڈیا ایسا بنانا ہے کہ مٹی نرم ہو اور پودے کی ضروریات کے حساب سے اس میں ورمی کمپوسٹ گوبر کھاد فنگی سائیڈ اور باقی چیزیں مکس کریں جو پودے کی نائیٹروجن اور فاسفورس کی ضروریات کو پورا کریں تو پودے لش گرین رہیں گے

وقتاً فوقتاً گوڈی کرتے رہیں تاکہ پودے کو جڑوں تک ہوا ملتی رہے۔

ستمبر اور اکتوبر کے مہینے میں گوبر کھاد لازمی ڈالیں اور پھر فروری کے مہینے میں بھی کھاد ڈالیں۔

کچھ پلانٹس شیڈ میں اچھا چلتے ہیں اور فلاورنگ پلانٹ کو دھوپ کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض پلانٹس سیمی شیڈ میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ تو یہ چند باتیں ہیں اگر ان کا خیال رکھا جائے تو آپ کا باغیچہ سدا ہرا بھرا رہے گا۔

# پکوان

عائشہ نعیم

## پالک گوشت

پالک 1کلو، گوشت آدھ کلو بیف یا مٹن، دہی 2چائے کے چمچ، پیاز 3عدد باریک کٹا ہوا، گھی 2تہائی کپ، نمک حسبِ ذائقہ، دھنیا حسبِ ضرورت، لال مرچ حسبِ ضرورت، ہلدی حسبِ ضرورت۔

### ترکیب

پالک کے پتے الگ کریں اور انہیں دیگچی میں ڈال کر دیگچی چولہے پر رکھ دیں۔ یہ اپنے ہی پانی میں نرم ہو جائے تو نکال کر باریک پیس لیں۔ پیاز گھی میں سرخ کریں اس کے بعد گوشت ڈال کر تھوڑی دیر کے لئے بھون لیں۔ نمک، دھنیا، لال مرچ، ہلدی ڈال کر پانی ڈال دیں تاکہ گوشت گل جائے جب گوشت گلنے والا ہو تو پالک ڈال دیں۔ اسے اچھی طرح ہلا کر تھوڑی دیر کے لئے دَم دے دیں۔ جب گوشت پوری طرح گل جائے تو دہی ڈال کر اچھی طرح بھون لیں گھی چھوڑنے پر اُتار لیں۔ مرچ اور ہرا دھنیا کے ساتھ گارنش کریں۔

## چکن فرائیڈ رائس

چاول ایک کلو، چکن (بغیر ہڈی کی بوٹیاں) آدھا کلو، نمک حسبِ ذائقہ، لہسن پسا ہوا ایک چائے کا چمچ، ہری پیاز (باریک کٹی ہوئی) تین سے چار عدد، گاجر (باریک کٹی ہوئی) 2عدد بند گوبھی (باریک کٹی ہوئی) ایک عدد چھوٹی۔ سرکہ دو کھانے کا چمچ، سویا ساس چار کھانے کے چمچ، سفید مرچ پسی ہوئی ایک کھانے کا چمچ، چینی ایک کھانے کا چمچ، چائنیز نمک ایک چائے کا چمچ، انڈے تین عدد، کوکنگ آئل چار سے چھ کھانے کے چمچ۔

### ترکیب

چاولوں کو ابال کر پانی نتھار لیں اور چار سے چھ گھنٹوں کے لیے ڈھک کر فریج میں رکھ دیں

کڑاہی میں درمیانی آنچ پر کوکنگ آئل کو دو سے تین منٹ تک گرم کریں۔ لہسن ڈال کر ایک سے دو منٹ فرائی کریں۔ پھر چکن ڈال کر اتنی دیر فرائی کریں کہ چکن کا اپنا پانی خشک ہو جائے۔

پھر چاول ڈال کر دو چمچوں کی مدد سے اتنی دیر ملائیں کہ چاول اچھی طرح گرم ہو جائیں۔

چاولوں میں بند گوبھی، گاجر اور ہری پیاز ڈال کر ملائیں۔ ایک منٹ بعد نمک، چینی، سفید مرچ اور چائنیز نمک شامل کر کے اچھی طرح ملائیں۔

انڈوں کو نمک اور چٹکی بھر سفید مرچ کے ساتھ ہلکا سا پھینٹ لیں اور چاولوں پر ڈال دیں۔ آخر میں سرکہ اور سویا ساس ڈال کر اچھی طرح ملا لیں۔